امریکہ میں "دعوت رجوع الی الوحی"

حکمت قرآن کے قارئین امریکہ میں مقیم ہمارے رفیق جناب باسط بلال کوشل کے خیالات سے مستفید ہوتے رہے ہیں جو اِس وقت Drew University میں پی ایچ ڈی کے طالب علم ہیں۔ دوران تعلیم انہیں ایک مخصوص علمی حلقے میں قرآن حکیم سے متعلق کئی مقالات پیش کرنے کا موقع ملا۔ یہ علمی حلقہ Society for Scriptural Reasoning یعنی "انجمن برائے استدلال بذریعہ صحف سماوی" کہلاتا ہے۔ اس انجمن میں شامل عیسائی اور یہودی اہل علم تورات' انجیل اور قرآن کی بنیاد پر ایسا علمی و فکری کام کرنا چاہتے ہیں جو مذہبی روایات کی روشنی میں اور عقل و استدلال کے جدید انداز استعمال کرتے ہوئے جدید دور کی فکری اُلجھنوں کو سلجھا سکے۔ بالفاظ دیگر اس علمی تحریک کو "دعوت رجوع الی الوحی" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ باسط بلال کوشل کے خیالات سے متاثر ہو کر سامعین نے ان کے استاد ڈاکٹر اسرار احمد کو مدعو کیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ڈاکٹر اسرار احمد نے گزشتہ سال فروری میں "علم کی اقسام" کے موضوع پر نیوجرسی میں خطاب کیا۔ بعد ازاں نومبر میں فلوریڈا میں "حقیقت تصوف" پر خطاب کیا۔ مندرجہ ذیل تحریر اس انجمن کے ایک اہم رکن پروفیسر پیٹر اوکس کے تاثرات پر مشتمل ہے۔ مزید پس منظر جاننے کے خواہش مند قارئین مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے انگریزی سہ ماہی مجلّہ The Quranic Horizons کے اپریل۔ جون اور اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۹۸ء کے شمارے ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

"انجمن برائے استدلال بذریعہ صحف سماوی" یہودیت' اسلام اور مسیحیت کے پیروؤں کو دعوتِ عام دے کر اور یکجا کر کے اس امر کی کوشش میں مصروف ہے کہ مذہب کی جانب سے ورائے جدیدیت (یعنی Post-Modernism) کے تقاضوں کو علمی سطح پر پورا کیا جائے۔ اس دعوت کے نتیجے میں آسمانی کتابوں کے علماء' الہیات کے ماہرین' سائنس دان' فلسفی اور مذہبی پیشوا سب شامل ہوئے ہیں جو آسمان و زمین کے خالق خدائے واحد پر یقین رکھتے ہیں' اور اس کے ساتھ خدا کے پیغمبروں اور اس کی ان مقدس آسمانی کتابوں پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں جن کے گرد تین بڑے مذاہب کے پیرو کار

جمع ہوئے ہیں۔ اس انجمن کے شرکاء آج کے علمی و سائنسی اداروں کی مخصوص زبانوں اور طریقہ ہائے کار کو خود بھی استعمال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ دو طرفہ رابطہ بھی رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان اداروں سے مذاہب کے پیرو کار جدید معاشرے میں رہتے ہوئے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ مسلمان' یہودی اور عیسائی سب کے سب خداوند کریم کی پیدا کردہ دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کی تخلیقات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس مُطالعے اور مشاہدے کے لئے وہ تمام ممکن ذرائع استعمال کرتے ہیں' بشمول ان ذرائع کے جو جدید سائنس اور جدید علمی طریقہ' کار نے فراہم کئے ہیں۔

در حقیقت مسلمان' عیسائی اور یہودی اکثر یونیورسٹی کے علمی ماحول ہی میں پہلی مرتبہ باہم مل بیٹھنے کا موقع پاتے ہیں جہاں انہیں یونیورسٹی میں مستعمل مختلف علمی طریقہ ہائے کار کی وساطت سے اُن مخصوص زبانوں (یعنی اظہار کے طریقوں) کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے جن کے ذریعے وہ ایک دوسرے سے معنی خیز تبادلہ' خیال کر سکتے ہیں۔

جدید یونیورسٹی نے ازمنہ' وسطیٰ میں جنم لیا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب یونیورسٹی کی سطح پر سائنس' قانون' منطق اور طب کے شعبوں میں ایسے طریقہ ہائے اظہار استعمال ہوتے تھے جن کے ذریعے مذہبی افراد بیک وقت خالق اور اس کی تخلیق سے متعلق علمی گفتگو کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ مخصوص زبانیں یا یہ طریقہ ہائے اظہار عیسائیوں' یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین مذہبی فہم کو بڑھانے کا ذریعہ بھی ثابت ہوئے۔ یہ ازمنہ' وسطیٰ کے درمیانی دور سے لے کر اواخر تک کا ذکر ہے۔ اگرچہ ان مخصوص زبانوں کو مذہبی مسابقت اور عدم رواداری کا وسیلہ بھی بنایا گیا' لیکن بدقسمتی سے جدید محققین اس امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ ازمنہ وسطیٰ میں مسلمان' یہودی اور عیسائی مفکرین کے علمی مباحث اور باہمی تبادلہ' خیال کی بدولت کس طرح اور کس درجے تک سائنس' الہیات اور تصوف جیسے علوم کو تقویت پہنچی اور فروغ حاصل ہوا۔

گزشتہ دو سو سال کے دوران (بعض ممالک میں چار سو سال سے) علمی تحقیق کا طریقہ' اظہار رفتہ رفتہ لامذہبیت اختیار کرتا رہا ہے۔ یہ رجحان جسے secularization کہتے ہیں' بعض مفید نتائج کا سبب بھی بنا۔ مثلاً اس نے بعض کم تر علمی سطح کے مذہبی ذہنوں کو سائنسی تحقیق کے لئے آزاد کر دیا اور انہیں اس مذہبی جذباتیت سے نجات دی جو اکثر

سائنسی تحقیق کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اسی طرح علمی تحقیق کے میدان میں لامذہبیت کے رجحان کا ایک مفید نتیجہ یہ بھی نکلا کہ ظالم حکمرانوں کے لئے یہ موقع نہ رہا کہ وہ مذہبی اصطلاحات کا سہارا لے کر عوامی رائے اور عوامی جذبات کو سنجیدہ مفکرین اور مصلحین کی اصلاحی کوششوں کے خلاف استعمال کرسکیں۔ تاہم یہ بات لازماً پیش نظر رہنا چاہئے کہ لامذہبیت کے رجحان نے بہت سے بُرے اثرات بھی پیدا کئے۔ ان بُرے اثرات میں سرفہرست وہ تقسیم (dichotomy) ہے جو خالق کائنات سے متعلق مذہبی طریقہ٫ اظہار اور کائنات سے متعلق غیرمذہبی طریقہ اظہار کے مابین پیدا ہو گئی۔ اسی کا ایک ضمنی شاخسانہ یہ ہے کہ "عالم تخلیق" یا creation کو "عالم فطرت" یا nature کا نام دے دیا گیا۔ گزشتہ دو سو سال کے دوران علم جدید نے "عالم فطرت" کے عقلی و استدلالی (rational) مُطالعہ کا کام سنبھال لیا اور خالق کائنات (نیز عالم فطرت بحیثیت مخلوقِ خداوندی) سے متعلق علم کو غیر عقلی (non-rational) قرار دے کر اور گویا کم تر سطح کا کام سمجھ کر مذہب کے حوالے کر دیا۔ یہ غیر فطری تقسیم اور طریقہ٫ اظہار کا اس طرح دولخت ہو جانا علمی تحقیق کے لئے بھی اسی طرح مضر ہے جس طرح مذہب کے لئے۔ اگر عالم فطرت کا رشتہ مذہبی روایات کے طریقہ ہائے اظہار سے منقطع کر دیا جائے تو اس کا تعلق خود طریقہ٫ اظہار اور ان اقدار و ضوابط سے بھی کٹ جاتا ہے جنہیں ان طریقہ ہائے اظہار کے وسیلے سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ فطرت کی سچائی کو مذہب کی زبان میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ مذہب اور سائنس کی اس تقسیم نے خود علمی تحقیق کو کسی ایسے قابل اعتماد اور مشترکہ ذریعے سے بھی محروم کر دیا جس کی بدولت عالم فطرت کے حقائق کا رشتہ انسانی اقدار اور اخلاق سے جوڑا جا سکتا ہے۔

"استدلال بذریعہ صحف سماوی" سے مراد یہ ہے کہ علماء و حکماء اپنے اپنے مذہب کی روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تورات، انجیل، اور قرآن کا مطالعہ اس طور سے کریں کہ جدید علمی حلقوں میں پائی جانے والی لامذہبیت کی اصلاح ہو سکے۔ اس کام کے لئے ہماری انجمن کو ان اہل دانش کی علمی تخلیقات سے مدد ملی ہے جنہوں نے پہلے ہی سے صحف سماوی کی ہدایت کو محور بنا کر سائنسی اور عقلی استدلال پیش کرنے کا کام شروع کر رکھا ہے۔ یہ انجمن ۱۹۹۵ء میں قائم ہوئی اور ابتداء ہی سے یہ امر اس کے پیش نظر تھا کہ

مسلمان، یہودی اور عیسائی مفکرین کو اس تبادلہ خیال میں شامل کیا جائے گا۔

ازمنہ وسطیٰ میں فلسفیانہ الہیات (Philosophic Theology) کے پروان چڑھنے اور پھلنے پھولنے میں اسلامی الہیات، فلسفہ اور شاعری نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ انہیں آج کے دور میں دوبارہ ایک اہم کردار ادا کرنا ہے تاکہ علم جدید کی اصلاح کی جا سکے۔ تاہم لامذہبی علمی حلقوں نے اس منبع علم سے اپنا تعلق منقطع کر لیا تھا اور نتیجتاً آج کے دور میں عیسائی اور یہودی مفکرین کو علمی تبادلۂ خیال کے لئے اسی نصب العین کے حامل مسلم حکماء کو تلاش کرنے میں کافی دشواری پیش آئی۔ خدا کا شکر ہے کہ تلاش و جستجو کے تین برس بعد ہماری انجمن نے بالآخر مسلم مفکرین کے ایک ایسے حلقے کو تلاش کر لیا ہے جو اس اہم کام میں شمولیت کے لئے تیار تھا۔ یہ وہ اہل علم و فکر ہیں جنہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد سے فیض علمی حاصل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو علمی کام ہمارے پیش نظر ہے وہ سرگرم مسلم مفکرین کی شمولیت کے بغیر ممکن نہیں ہو گا۔ جدید لامذہبی علم کی اصلاح کی کوشش اُسی وقت کامیابی سے ہمکنار ہو سکے گی جب اس میں یہودی اور عیسائی مفکرین کے ساتھ ساتھ مسلم مفکرین کی آواز بھی شامل ہو۔ تینوں مذہبی روایات میں ایک ہی خدائے واحد مختلف طریقوں سے کلام کرتا ہے۔ امریکہ کے علمی حلقوں میں خدائے واحد کے کلام سے متعلق تبادلۂ خیال میں اب ڈاکٹر اسرار احمد کے شاگرد اور علامہ اقبال کے پیروکار بھی اہم کردار ادا کریں گے اور دوسری آوازوں میں ان کی آواز بھی توجہ سے سنی جائے گی۔ اب مسلم مفکرین کی جانب سے بھی پیش نظر علمی کام میں شمولیت ممکن ہو گی۔ مثال کے طور پر ان کے ذریعے دیگر مذاہب کے مقابلے میں عالم مخلوقات میں خدا کی شان کا اظہار زیادہ بہتر طور پر واضح ہو گا۔ اسی طرح ایک جانب الہیات اور سائنس اور دوسری طرف پرہیزگاری یا خدا ترسی اور روزمرہ کے رویئے کا تعلق واضح ہو گا۔

اس سلسلے کا نقطہ عروج ہماری انجمن کے سالانہ اجلاس میں ڈاکٹر اسرار احمد کی شرکت تھی جو نومبر ۱۹۹۸ء میں American Academy of Religion کے کنونشن کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ اس موقعہ پر چوٹی کے تقریباً پینتالیس مذہبی مفکرین نے انجمن کے بنیادی علمی کام کے سلسلے میں ڈاکٹر اسرار احمد کی شرکت پر ان کا خیر مقدم کیا۔ ان عیسائی اور یہودی مفکرین کا تعلق امریکہ اور یورپ کی نامور جامعات سے ہے۔

اجلاس کی صدارت کیمبرج کے Rev. Daniel Hardy نے کی۔ کیمبرج کے David Ford نے مسیحی تصوف اور پرنسٹن کے Jacob Meskin نے نیویارک یونیورسٹی کے Elliot Wolfon کا یہودی تصوف سے متعلق مقالہ پیش کیا۔

بعد ازاں ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلامی تصوف کے موضوع پر پُر مغز تقریر کی۔ انجمن کے یہودی اور عیسائی ارکان نے بعد میں اپنے اس گہرے تاثر کا اظہار کیا کہ اس نئی آواز کے حوالے سے ان کے سامنے مذہبی پرہیز گاری اور فلسفیانہ استدلال کا امتزاج سامنے آیا ہے۔ انہوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ انجمن کے کام میں قرآن کی تفسیر و تعبیر مرکزی اہمیت کی حامل ہو گی۔ اس موقع پر ڈاکٹر اسرار احمد کے شاگردوں کی موجودگی نے انجمن کے شرکاء کے ذہنوں کو انجمن کے آئندہ منصوبوں کی طرف منتقل کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب سے متعلق گفتگو اور تبادلۂ خیال میں ان کے دو شاگردوں باسط بلال کوشل اور عرفان اقبال نے مذہب' فلسفہ اور صحف سماوی کی تعبیر کے حوالے سے علمی آراء پیش کیں۔ انجمن کے ارکان نے محسوس کیا کہ انجمن کے کام میں امریکہ میں ڈاکٹر اسرار احمد کے قائم کردہ ادارے Institute of Quranic Wisdom کے رفقاء اہم کردار ادا کریں گے۔ انجمن کا کام صحیح معنوں میں اب شروع ہوا ہے اور ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اس حلقے میں ڈاکٹر اسرار احمد کی آمد سے گہری تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اگر انجمن کی کوششیں مزید فروغ پاتی ہیں تو ہمیں امید ہے کہ خداوند کریم کی مدد سے ان کی آمد مذہب سے متعلق اعلیٰ علمی سطح پر ہونے والے تبادلۂ خیال میں بھی اہم تبدیلیوں کا باعث بنے گی۔ انجمن کا آئندہ سالانہ اجلاس امریکہ کے شہر بوسٹن میں ہو گا جو ڈاکٹر اسرار احمد کے شاگردوں اور علامہ اقبال کے تلامذہ کے لئے اسلامی فلسفے پر گفتگو کا اہم موقع فراہم کرے گا۔

آخر میں' مَیں اپنی ایک ذاتی خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں: خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ میں انہیں اپنے محبوب اساتذہ کی فہرست میں شامل کرنا چاہوں گا۔ خدا کرے کہ ہم اسی طرح ان کے دوروں سے مستفیض اور ان کے خیالات سے بہرہ مند ہوتے رہیں۔